خدا کی راہ میں تقویٰ شعار خرچ کرنے والے چاہئیں
محبت کے نتیجہ میں خرچ کرنے سے خرچ کا سلیقہ آئے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جون 1998ء بمقام بیت الرحمٰن واشنگٹن۔ امریکہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

الٓمّٓ ۚ﴿۲﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۴﴾ (البقرۃ:2 تا 4)

پھر فرمایا:

سورۃ البقرۃ کی یہ پہلی آیات ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے۔ اسی تعلق میں بعد میں آنے والی بعض آیات کی بھی تلاوت کروں گا تا کہ ان دو مضامین کو جو بظاہر الگ الگ ہیں اکٹھا باندھ دوں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 10 اور 11 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿ؕ۱۰﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ (البقرۃ:10 تا 11)

الٓمّٓ۔ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ میں اللہ ہوں سب سے زیادہ جاننے والا۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یہ وہ کتاب ہے جس کے بارے میں قطعاً کوئی شک نہیں، نہ کسی شک کی گنجائش ہے۔ یہاں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ سے قرآن کی عظمت کی طرف بھی اشارہ ہے اور ان پیشگوئیوں کی طرف بھی جن میں

قرآن کریم کے ظہور کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ تو ذٰلِكَ ایک بعید کا صیغہ ہے جو عظمت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور بہت پہلے کی کہی گئی باتوں سے متعلق بھی لفظ ذٰلِكَ ہی استعمال ہوگا۔ تو مراد یہ ہے کہ میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور یہ کتاب جس کی عظمت کو انسان چھو نہیں سکتا وہ بھی بہت اونچی کتاب ہے اور الْكِتٰبُ ہے، کامل ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ یہی وہ قرآن ہے جس کی تلاوت کی جارہی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا گیا کہ یہی وہ قرآن ہے جس کی باتیں گزشتہ انبیاءؑ نے بھی کی تھیں اور اپنی اپنی قوموں سے وعدہ کرتے آئے تھے کہ ایک کامل کتاب اتاری جائے گی۔ پس یہی وہ کتاب ہے جو اتاری گئی ہے اور فرمایا اس کی خاص صفت یہ ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ ایک ذرّہ بھی اس میں شک نہیں، کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں مگر هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت صرف متقیوں کو دے گی۔ غیر متقی اس کتاب کے متعلق لاکھ شک میں مبتلا رہیں یا شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں تقویٰ شرط ہے ہدایت کے لئے جو یہ کتاب لے کے آئی ہے۔ اگر تقویٰ سے عاری دل ہیں اگر دل بنیادی سچائی کے تصور سے ہی خالی ہیں تو ان کے لئے یہ کتاب کسی ہدایت کا موجب نہیں ہوگی۔

پھر فرمایا الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وہ کون لوگ ہیں جو تقویٰ سے بھرے ہوئے دل رکھتے ہیں۔ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اب اللہ کی ذات ایک حیثیت سے غیب ہے۔ روزمرّہ کی زندگی میں اکثر انسانوں کی زندگی سے اللہ تعالیٰ غیب میں رہتا ہے لیکن يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیب ان کے لئے حاضر ہو جاتا ہے۔ وہ ایک ایسے غیب پر ایمان لاتے ہیں جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہنے والا غیب ہے۔ نہ دکھائی دینے کے باوجود وہ ہمیشہ کا ساتھی ہے اور جب ایسے خدا کے اوپر ایمان لائیں جس کے ہمیشہ حاضر ہونے کا یقین دل میں ہو تو اس کے نتیجہ میں دو باتیں خود بخود پیدا ہوں گی۔ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ نماز کو اس لئے قائم نہیں کرتے کہ ایک فرضی خدا کے تصور میں نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ غیب جس پر ایمان ہے وہ حاضر ہو جاتا ہے اور نمازوں میں ان کے سامنے رہتا ہے۔ یہی تشریح حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اصطلاحوں کے ضمن میں بیان فرمائی کہ:

”مومن کی نماز تو ایسی ہے جیسے خدا اُسے دیکھ رہا ہو یا وہ خدا کو دیکھ رہا ہو۔“

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب سؤال جبرائیل علیہ السلام النبی ﷺ، حدیث نمبر:50)

اور دوسری بنیادی صفت یہ ہے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے وہ ضرور خرچ کرتے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں۔ اب لفظ غیب ہے جس کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں دنیا میں کئی قسم کی خرابیاں دکھائی دیتی ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے غیب سے مراد یہ ہے کہ اللہ ان کی زندگی میں کبھی بھی حاضر نہیں ہوتا ہے وہ غائب ہی رہتا ہے۔ نماز کے وقت بھی غائب ہوتا ہے اور خرچ کے وقت بھی غائب ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں خدا نے عطا فرمایا ہے اس کا خدا کو بھی علم نہیں۔ ہم جانتے ہیں جو ہمیں ملا ہوا ہے اور کوئی نگران نہیں۔ ہم جو چاہیں خرچ کریں، جتنا چاہیں سمجھیں کہ خدا نے دیا ہے وہ چونکہ غیب ہے اس کو کیا پتا۔ یعنی دینے والا تو غائب ہے اور لینے والا حاضر ہے۔ اس غیب کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں تمام دنیا میں ان لوگوں کے چندوں میں کمزوری آجاتی ہے جو غیب کا یہ مطلب لیتے ہیں۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کا بالکل الگ مفہوم ہے جس کو لے کر وہ آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے تمام چندے مبنی ہیں اس بات پر کہ جو کچھ ہمیں ملا ہے ہم ہی جانتے ہیں، کسی کو علم نہیں۔ اللہ بھی غائب، لوگ بھی غائب اور ہم جتنا چاہیں خرچ کریں ہم یہی کہہ سکتے ہیں، یہی دکھا سکتے ہیں کہ دیکھو ہم دین کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں لیکن اس شرط کو پورا نہیں کرتے اور اسی شرط کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی ایک اور صفت بعد میں بیان فرماتا ہے یعنی سورۃ البقرۃ کی وہ دس اور گیارہ آیات جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اپنے چندوں کے معاملات میں وہ اللہ کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور اللہ والوں کو بھی دھوکا دیتے ہیں یعنی سمجھتے ہیں کہ دھوکا دے دیا ہے۔ اب نظام جماعت سے جو لوگ اپنی آمد چھپاتے ہیں نظام جماعت کا اکثر یہی سلوک ہے کہ ان کے معاملات میں اندر اتر کر ان کا جائزہ نہیں لیتا تو وہ ان سے غیب بھی رہتے ہیں اور کہتے ہیں بس اتنا ہی ہمیں خدا نے دیا تھا اتنا ہی ہم اسی حساب سے خدا کو واپس کر رہے ہیں اور اللہ کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور ان مومنوں کو بھی جو خدا کے نظام کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔ پس يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں اٰمَنُوْا سے مراد نظام جماعت کا وہ حصّہ ہے جو جماعت احمدیہ کے انفاق فی سبیل اللہ پر نگران ہے لیکن دھوکا دینے کی کوشش تو کرتے ہیں۔ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ وہ ہرگز دھوکا نہیں دے سکتے، نہ دیتے ہیں مگر اپنے نفوس کو۔ مرنے کے وقت ان کو سمجھ آئے گی کہ ہم کس کو دھوکا دیتے رہے ہیں اور کیا دھوکا

دیتے رہے ہیں جب خرچ کا وقت گزر چکا ہوگا۔ایسے لوگوں کے متعلق ایک اور پیشگوئی ہے وہ یہ ہے کہ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا یہ لوگ جو خدا کی راہ میں خساست سے کام لیتے ہیں ان کی حالت ہمیشہ بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔کن معنوں میں وہ بد سے بدتر ہوتی ہے اس کی بہت بڑی تفصیل ہے جس کے متعلق بعض دوسرے مواقع پر میں نے بیان بھی کیا تھا کہ سب سے پہلے تو ان کے دل کا امن اٹھ جاتا ہے۔نہ ان کی اولادیں ان کی رہتی ہیں، نہ اموال کے وہ فوائد ان کو پہنچتے ہیں جو دل کو تسکین بخشنے والے فوائد ہیں۔ایک بھڑکی سی لگی رہتی ہے کہ اور کمائیں، اور کمائیں اور اکٹھا کرلیں لیکن وہ اکٹھا کرنا جہنم کی آواز کی طرح ہے جو یہ کہتی ہے هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:31) جب بھی جہنم سے پوچھا جائے گا، یعنی اللہ تعالیٰ ایک تمثیلی زبان میں ہمیں بتا رہا ہے کہ اور چاہئے کچھ ایندھن؟ وہ کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ اور بھی ہے تو وہ بھی ڈال دو۔تو یہ مال کی محبت میں دیوانے لوگ ہمیشہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی آواز اٹھاتے ہیں۔کہیں سے کچھ مل جائے، کہیں سے بچت ہو جائے حکومت کا پیسہ مارا جائے یا عوام کا یا جماعت کا جس طرح بھی بس چلے وہ دن بدن مال کی محبت میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے ہیں اپنے آپ سے بھی اور اپنے نفس سے بھی، اپنی اولادوں سے، سب سے وہ جھوٹے ہیں۔

یہ وہ آیات ہیں جنہیں آج کا میں نے موضوع اس لئے بنایا ہے کہ آج کل جماعت کا ایک مالی سال ختم ہو رہا ہے اور بعض جماعتوں کی طرف سے مجھ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنے سارے وعدے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اسی تعلق میں میں نے یونائیٹڈ سٹیٹس میں جو متمول احمدی ہونے چاہئیں ان کا جائزہ بھی لیا ہے اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اُن میں بھاری تعداد وہ ہے جن پر ان آیات کا اطلاق ہو رہا ہے اور وہ نہیں جانتے۔ان کو احساس ہی نہیں کہ ہم کس کشتی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔یہ وہ کشتی ہے جس کا غرق ہونا مقدر ہو چکا ہے اور میرا فرض ہے کہ اب میں ان کو متنبہ کر دوں اس کے بعد وہ جانیں اور اللہ ان سے نپٹے گا لیکن میں نے ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کرلیا ہے اور اس کے متعلق بعد میں کچھ اور عرض کروں گا کہ وہ سب لوگ جن کے متعلق مجھے علم ہے کہ ان کے اموال اس سے بہت زیادہ ہیں جتنا وہ چندوں میں ظاہر کرتے ہیں، ایسا علم ہے کہ میں قطعیت

کے ساتھ اس بات پر قسم اٹھا سکتا ہوں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں، ان کو خدا نے اس سے بہت زیادہ دیا ہے کیونکہ جس قسم کے ان کے پیشے ہیں اُس میں لازم ہے کہ اُس سے دس گنا یا زیادہ آمد ہو جتنی وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس بات کو میں نے پرکھا بعض ایسے مخلصین کی آمد اور چندوں کے حساب سے جن کے متعلق میں حلفیہ شہادت دے سکتا ہوں کہ انہوں نے کبھی جماعت کے معاملہ میں کوئی بددیانتی نہیں کی۔ چندہ دیا ہے تو کوشش کی ہے کہ چھپا کے دیں لیکن جو ظاہر دیا ہے وہ بھی اتنا زیادہ ہے کہ انہی کے ہم پیشہ لوگوں کی دس دس سال کی چندوں کی ادائیگی سے ان کے ایک سال کی ادائیگی بہت بڑھ کر ہے اور ان سے جب میں نے حساب پوچھا تو پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے بعض پیشہ والوں کو اتنی آمد عطا فرمائی ہے کہ جس طرح وہ خدا کے فضل سے اللہ کی راہ میں جھوٹ نہیں بولتے اگر سب لوگ ایسا ہی کریں تو جماعت امریکہ کی تمام ضرورتیں صرف چندہ عام سے پوری ہو سکتی ہیں، نہ صرف آج کی بلکہ آئندہ سالوں کی بھی تمام جماعتی تعمیرات کے اخراجات چندہ عام سے پورے ہو سکتے ہیں بلکہ تبلیغ کے لئے بھی اتنا روپیہ بچ جائے گا کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا روپیہ مہیا کر سکتا ہے کہ کثرت سے اور شوق کے ساتھ اس راہ میں جتنا چاہیں خرچ کریں کبھی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ اس ضمن میں کچھ اور باتیں اس مضمون کی میں خطبہ کے آخر پر بیان کروں گا۔

اب میں آپ کے سامنے چند احادیث رکھتا ہوں جن کا اس مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے بندوں کی نگرانی کرتا ہے جو اپنے آپ کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ خیال کہ وہ خدا کی نظر سے اوجھل رہ جاتے ہیں یہ بالکل غلط اور بیہودہ خیال ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ردّ فرما رہے ہیں۔ اس حدیث کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ سمجھیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ دنیا میں جتنے لوگ اموال کماتے ہیں ان سب پر اس حدیث کا اطلاق ہو رہا ہے۔ اس حدیث کا اطلاق خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں پر ہوتا ہے جن سے توقع کی جاتی ہے کہ جو کچھ اللہ انہیں عطا فرماتا ہے اس میں سے وہ دیں گے۔ چنانچہ انکی نگرانی صبح و شام ہو رہی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جو بخاری کتاب الزکوٰۃ سے لی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے۔“

اب یہ تو مراد نہیں ہے کہ ہر خرچ کرنے والے کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔ مراد وہی لوگ ہیں جن کا میں ذکر کر چکا ہوں کہ جن کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ ظاہر ہے کہ یہاں تک صرف نیک لوگ مراد ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے نیک لوگوں کی مثال پر آہستہ آہستہ خدمت کرنے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جو پیدا ہوتے ہیں ان کے متعلق الٰہی تقدیر ہے اور اس کے فرشتے مامور ہیں کہ ان کے لئے دعائیں کریں اور ان جیسے خدمت گار اور پیدا کرنے کے سامان پیدا کریں اور یہ بات میرے وسیع تجربہ میں ہے۔ ہمیشہ خدمت دین کی خاطر دل کھولنے والوں کے ساتھ ویسے ہی لوگ اور پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نہ صرف اموال خرچ کرنے میں تردّد نہیں کرتے بلکہ وقت خرچ کرنے میں تردّد نہیں کرتے۔ انہی کی طرح نیک بنتے چلے جاتے ہیں اور یہ وہ سلسلہ کی اہم ضرورت ہے جسے ہمیں پورا کرنا چاہئے۔ اس وقت کثرت کے ساتھ خدا کی راہ میں تقویٰ شعار خرچ کرنے والے چاہئیں جن کو اللہ کی تقدیر برکت دے، جن کے اپنے اموال میں بھی برکت پڑے لیکن ان کے ساتھیوں میں بھی برکت پڑے اور ان کے نیک اعمال میں برکت پڑے۔ اس طرح جماعت کو ہر قسم کے خدمت گار مہیا ہونے شروع ہو جائیں اور ایسا ہو رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اور بھی ہو اور امریکہ کی جماعتیں بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔

”دوسرا کہتا ہے اے اللہ روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے۔ اس کا مال ومتاع برباد کر۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ فامّا من أعطی واتّقی، حدیث نمبر:1442)

اب یہ دعا تو عام دنیا دار روک رکھنے والے کے حق میں کبھی بھی نہیں ہوتی۔ بالکل ظاہر ہے کہ جو خدا کے بندے بنے ہوئے ہیں جن کا فرض تھا کہ خدا کی راہ میں کھل کر خرچ کریں وہ اگر خسیس ہوں اور خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو تو یاد رکھیں فرشتوں کی بددعا ان پر پڑتی ہے اور فرشتہ عرض کرتا ہے اس کو ہلاکت دے اور اس کے مال ومتاع کو برباد کر۔ اب ایسے مال ومتاع برباد ہوتے ہوئے بھی ہم نے کئی طرح دیکھے ہیں۔ میرے علم میں ایسے لوگ ہیں جن کی تفصیل میں جانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ان کا نام بتانے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا لیکن ایک کیٹیگری (Category) ہے، ایک کلاس ہے،

ایک قسم کے لوگ ہیں جنہیں لوگ اپنے گردوپیش میں دیکھ سکتے ہیں۔ایسے لوگ ہیں جنہوں نے بہت کمائیاں کر کے بہت جوڑا اور پھر خیال آیا کہ اس کو تجارت میں لگا لیں اور اکثر صورتوں میں ساری تجارتیں برباد ہوئیں جو کچھ جمع شدہ پونجی تھی وہ ہاتھ سے جاتی رہی اور کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔سو فرشتوں کی یہ دعا بے معنی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں اس کو ہلاکت دے اور اس کا مال و متاع برباد کر۔تو اس روک رکھنے کا کیا فائدہ جو کسی کام بھی نہ آئے۔اس ضمن میں ایک اور حدیث بخاری کتاب الزکوٰۃ سے لی گئی ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو اور غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔(اس تنگی ترشی کی حالت میں اگر تو خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرے گا تو یہ سب سے اچھا خرچ کرنا ہے۔فرمایا:)صدقہ اور خیرات میں دیر نہ کر کہیں ایسا نہ ہو کہ جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تُو کہے کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا دے دو حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا وہ تو تیرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔''

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ،باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح ،حدیث نمبر:1419)

تو یہ لوگ اس تنبیہ کو خوب پیش نظر رکھیں۔ جتنا مرضی جوڑیں، جو چاہیں کریں ایک وقت آجانا ہے کہ جان حلق کو پہنچے گی۔ پھر جان حلق کو پہنچے گی تو پھر یہ وصیتیں کہ فلاں کو اتنا دے دینا،فلاں رشتہ دار کو اتنا دینا، فلاں بیٹے کو اتنا دینا ، بیٹی کو اتنا دینا، کسی کام نہیں آئیں گی۔اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اس وقت تمہارا رہا ہی نہیں۔ جب جان حلق کو پہنچ جائے تو تم مالک ہی نہیں رہتے ،تو یونہی بانٹتے پھرتے ہو، کیا مقصد ہے اس کا ؟ کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ نہ تمہیں ہوگا نہ ان کو جن کو تم گویا خدا کا مال بے دھڑک تقسیم کر رہے ہو جو تمہارا رہا ہی نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بعض صحابہؓ کی مثال پیش فرماتے ہیں جن کا مسلک بالکل مختلف تھا۔اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مالی تنگی کے واقعات بھی ملتے ہیں مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت ویسے ہی بہت غریب تھی اور اس غربت کی وجہ سے معمولی پیسہ پیسہ ادا کرنا بھی مشکل

ہو جایا کرتا تھا۔ اب تو حالات بدل چکے ہیں لیکن ایک ایسے طریق پہ بدلے ہیں جس سے دل کو دکھ پہنچتا ہے۔ ظاہری طور پر جماعت کے بہت سے لوگ امیر ہو رہے ہیں اور دل کے غریب ہو رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

''خبردار فقر دل کا فقر ہوا کرتا ہے۔''

(الجزء الرابع من المستدرك على صحيحين فى الحديث، كتاب الرقاق، صفحہ:327)

غربت وہ ہے جو دل پر ٹوٹی ہے۔ ورنہ اگر انسان کے پاس خالی مال ہو اور وہ بظاہر سخی ہو تو اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں کیونکہ دل کا غریب ہونا اس کے خرچ کی راہ میں حائل ہوا کرتا ہے وہ للہ نہیں رہتا۔ دکھاوے کے لئے تو کر سکتا ہے مگر اللہ کی خاطر نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے زیادہ پیار سے حضرت حکیم نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو بعد میں خلیفۃ المسیح الاوّل ہوئے، ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اتنی محبت، اتنے پیار سے کہ رشک آتا ہے اس کو سن کر۔ جس پر خدا کا مسیح رشک کر رہا ہو اس پہ ہم کیوں رشک نہ کریں۔ بہت لمبی عبارتیں ہیں ان میں سے میں نے صرف ایک چھوٹی سی عبارت چنی ہے تاکہ نمونۃً آپ کو بتا سکوں کہ انفاق فی سبیل اللہ کہتے کس کو ہیں۔ فرماتے ہیں:

''اگر میں اجازت دیتا'' یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر ہے۔

''اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔''

یعنی خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو اگر میں اجازت دیتا۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی راہ میں آپ کا اجازت نہ دینا روک بنا ہوا تھا۔ اور ایک اور سلیقہ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ادب کا یہ سمجھ آیا کہ جانتے تھے کہ خدا کی راہ میں سب کچھ خرچ کر دینا ایک دل کی تمنا ہے مگر امام کی اجازت کے بغیر نہیں کرنا۔ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ خواہش کے باوجود خرچ نہیں کر رہے یعنی وہ سب کچھ جو خرچ کیا ہے وہ بھی بہت ہے لیکن جو نہیں کیا اور اس کی تمنا موجود ہے اس کی راہ میں صرف اجازت روک ہے۔ پس امام کا ادب اور اس کی اجازت آپؓ کے نزدیک ایک بہت اہم مقام رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں۔''

اب یہ خطوط بہت لمبے ہیں اور بڑے پر لطف بھی ہیں مگر دل گداز بھی ہیں۔ میں نے تو جب بھی ان کو پڑھ کر سنانے کی کوشش کی ہے برداشت نہیں کر سکا۔ ہمیشہ جذبات سے اتنا مغلوب ہو جاتا رہا ہوں کہ گلے سے ٹھیک طرح آواز نہیں نکلتی تھی لیکن ایک چھوٹا سا اقتباس نمونۃً میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ تحریر کا نمونہ آپ پیش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ رہے ہیں، یعنی حضرت حکیم نورالدین:

''میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرو مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں۔''

اب کمال راستی کہنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ آپؓ تو صدیق تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ راستی کے سوا اس کا کوئی کلام نہیں ہے مگر پھر بھی اپنے جوش میں عرض کرتے ہیں:

''میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔''

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ:35،36)

اگر خرچ ہو جائے میں لفظ ''اگر'' وہ لفظ ہے جس کے متعلق میں پہلے بات کر چکا ہوں۔ روک تھی تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے روک تھی۔ آپؑ سب مال نہیں لینا چاہتے تھے اور یہ ایک ایسا اسلوب ہے ادب کا جسے جماعت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ پیش کرتے ہیں بعض لوگ اور بھی ایسے ہیں اب بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ لے لیں لیکن میرا دل اجازت نہیں دیتا اور اس اجازت نہ دینے کا مجاز مجھے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنایا ہے۔ آپؑ بھی بعض موقعوں پر اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ نعوذ باللہ آپؑ کو خدمت کرنے والے کے اخلاص پر شک تھا، اس لئے کہ آپؑ جانتے تھے کہ سب کچھ لینا بعض خرابیاں بھی پیدا کر سکتا ہے۔ ایک ان میں سے مثلاً یہ ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی محرومی ننگی ہو جائے گی۔ کچھ ایسے ہوں گے جو سب کچھ دے رہے ہوں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جو بہت کچھ اپنے لئے روک رکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے مقابل پر آ کر وہ اپنی کم مائیگی کے احساس کا شکار ہو جائیں گے لیکن یہ ایک میرا خیال ہے بہت سے اور بھی مصالح ہیں جن کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کا سب مال قبول کرنے سے احتراز فرماتے تھے۔

اب اسی تعلق میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی ایک روایت بیان کرتا ہوں جو انہوں نے منشی ظفر احمد صاحب، اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی اور انہی کے الفاظ میں اسے بیان کرنے کی کوشش کی ہے یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل، حضرت حکیم نور الدینؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگ تھے جن کی یہی تمنا تھی۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب روایت کرتے ہیں اپنے باپ کی زبان میں۔ ایک دفعہ حضورؑ لدھیانہ میں تھے میں حاضر خدمت ہوا، یعنی حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ، میں حاضر خدمت ہوا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ کی جماعت ساٹھ روپے ایک اشتہار کے لئے جس کی اشاعت ضروری تھی برداشت کرے گی؟ اب اندازہ کریں وہ زمانہ کیسا تھا ایک اشتہار کی اشاعت کے لئے آپؑ کو اپیل کرنی پڑی۔ ساٹھ روپے کی ضرورت تھی اور جانتے تھے کس سے اپیل کرنی ہے۔ حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب عرض کرتے ہیں میں نے اثبات میں جواب دیا اور کپورتھلہ واپس آ کر اپنی اہلیہ کی سونے کی تلڑی فروخت کر دی۔ اس زمانہ میں ساٹھ روپے میں سونے کی تلڑی فروخت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کافی وزنی ہوگی اور بہت قیمتی ہوگی اور احباب جماعت میں سے کسی سے ذکر ہی نہیں کیا۔ آگے ان کے الفاظ ہیں بڑے مزے کی باتیں کیا کرتے تھے اور ساٹھ روپے لے کر میں اُڑ گیا۔ تو دوڑتے ہوئے چلا گیا یعنی ہلکے قدموں کے ساتھ ناچتا گاتا مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ لدھیانہ جا کر پیش خدمت کئے۔ چند روز بعد منشی اروڑاؓ صاحب بھی لدھیانہ آ گئے۔ اب منشی اروڑاؓ صاحب بھی غیر معمولی فدائیت کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے۔ بے حد موقع کی تلاش میں رہنے والے کہ کب جماعت کی خدمت کی توفیق ملے اور یہ خرچ کر سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خیال سے کہ میں نے کہا تھا جماعت کپورتھلہ یہ رقم دے دے، اس خیال سے آپؑ نے سمجھا کہ کپورتھلہ نے ہی دئے ہوں گے۔ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منشی اروڑے خانؓ صاحب سے کر دی، کہ شکریہ آپ کی جماعت بڑے موقع پر کام آئی۔ ساٹھ روپے کی ضرورت تھی اور فوراً پہنچ گئے۔ منشی اروڑے خانؓ کو اتنا غصہ آیا کہ منشی ظفر احمدؓ صاحب روایت کرتے ہیں کہ پھر ساری عمر اس شخص نے مجھے معاف نہیں کیا کہ تم ہوتے کون تھے کہ ساری جماعت کی طرف سے آپ ہی خدمت کر دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دیکھ لیا کہ غلطی سے بات ہوگئی ہے ان کے سامنے۔ اب ان کو ٹھنڈا کروں۔ آپؑ نے فرمایا منشی صاحب خدمت کرنے

کے بہت سے مواقع آئیں گے آپ گھبرائیں نہیں۔اس کے باوجود کہتے ہیں منشی صاحب مجھ سے ناراض رہے اور خدمت کے آپؓ کو بہت مواقع ملے ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔

(سیرت المہدی جلد نمبر 1 حصّہ سوم، روایت نمبر 776، صفحہ: 719)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات چندوں سے متعلق میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

''اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتا تو اسے خارج کرنا چاہئے وہ منافق ہے۔''

معاہدہ سے مراد یہ ہے کہ جب کسی شخص کو جماعت کا ممبر بننے کی توفیق ملے اور اس کے نتیجہ میں اس کو پتا ہو کہ خدا مجھے کیا دیتا ہے، مجھے کیا اس کے حضور پیش کرنا چاہئے تو یہ ایک قسم کا انسان اور خدا کے درمیان معاہدہ ہوا کرتا ہے اور اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتا تو وہ منافق ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تک لکھتے ہیں:

> ''اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتا تو اسے خارج کرنا چاہئے وہ منافق ہے اور اس کا دل سیاہ ہے۔ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ ماہواری روپے ہی ضرور دو۔ہم تو یہ کہتے ہیں کہ معاہدہ کر کے دو جس میں کبھی فرق نہ آوے۔(اور اس معاہدہ کی مثال بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:) صحابہ کرامؓ کو پہلے یہی سکھایا گیا تھا۔(یعنی معاہدہ کس چیز کو کہہ رہے ہیں، فرماتے ہیں:) صحابہ کرامؓ کو پہلے یہی سکھایا گیا تھا لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ (آل عمران: 93)''

(البدر جلد 2 نمبر 26 صفحہ: 202 مؤرخہ 17 جولائی 1903ء)

کہ تمہیں نیکی کا کچھ پتا ہی نہیں چل سکتا، نیکی کہتے کس کو ہیں۔حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ یہاں تک کہ تم اُس مال میں سے خرچ کرو جس کی محبت میں مبتلا ہو۔سو سارے لوگ جن کی ایک بھاری تعداد امریکہ میں موجود ہے وہ نیکی کا تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ جس مال کی محبت میں مبتلا ہیں وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے ان کو روکتا ہے۔لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ اس کا مطلب ہے کبھی بھی تم نیکی کو نہیں پا سکو گے، یہ وہم وگمان ہے تمہارا تم نیکی حاصل کر لو گے، جس مال سے محبت ہو وہ خرچ نہیں کر سکتے تو نیکی کا کیا تصور۔اس تعلق میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے نتیجے

میں خرچ ہونا چاہئے اور کنجوسیوں کا علاج ہی محبت الٰہی ہے۔ جس شخص سے محبت ہو اس کی خاطر تو بعض عام آدمی بھی سب کچھ لٹا دیا کرتے ہیں۔ کوئی ردّ کردیں تو ناپسند کرتے ہیں، دکھ اٹھاتے ہیں اور بعض اس کی مثالیں میں نے آپ کو جماعت میں بھی دے دی ہیں۔ محبت کے نتیجے میں خرچ کرنا سیکھیں گے تو خرچ کرنے کا سلیقہ آئے گا۔ اگر محبت نہیں ہے تو خرچ بھی کچھ نہیں۔ پس جتنے بھی لوگ کنجوس ہیں ان کی کنجوسی کا ایک ہی علاج ہے اللہ کی محبت میں گرفتار ہونے کی کوشش کریں۔ اپنے عزیزوں کو جو دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اس کی بجائے اس کو کیوں نہیں دیتے جس نے خود ان کو دیا ہوا ہے۔ وہ بڑے پیار اور محبت اور اُمیدوں سے ان سے تقاضا کرتا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ جو ہم نے ان کو دیا ہے اسی میں سے کچھ واپس کردو۔ اور سب کچھ نہیں مانگ رہا لیکن محبت جتنی بڑھے گی وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کا جو معیار ہے وہ اونچا ہوتا چلا جائے گا۔ میں نے بارہا جماعت کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ خرچ کے لئے محبت کا ہونا ضروری ہے۔ اپنی اولاد پر صرف اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ آپ کو اس سے محبت ہے۔ اگر کسی سے محبت ہو اور وہ ردّ کرے تو آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو اللہ کے حضور خرچ کے لئے اللہ کی محبت پیدا ہونا ضروری ہے اور یہ محبت بغیر دعا کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت داؤدؑ کی ایک دعا بڑی محبت سے پڑھا کرتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی کیفیت حضرت داؤدؑ کے دل کی کیفیت سے بہت اونچی تھی مگر جب ایک ہی وجود کے دو عاشق ہوں جن کے اندر رقابت نہ ہو بلکہ رشک کا جذبہ ہو تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ اس شخص کی محبت میں گرفتار دوسرے کو دیکھ کر اس سے بھی محبت ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ دعا پڑھتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَالعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔''

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء داؤد اللھم أنی أسئلك ۔۔، حدیث نمبر:3490)

اے اللہ مجھے اپنی محبت عطا فرما۔ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں حضرت داؤدؑ کے الفاظ میں، ہر اس وجود کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری طرف لے جائے جس کی محبت تیری محبت میں آگے بڑھا دے اور میں تجھ سے محبت مانگتا ہوں اس بات کی یعنی اپنے نفس، اپنے اہل، اپنے عزیزوں سے بڑھ کر جو چیز مجھے

محبوب ہے وہ تُو ہے اور تو میرا اتنا محبوب ہو جا کہ ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ یہ محبت ہو جائے۔ اب ٹھنڈے پانی کی محبت تو ان لوگوں کو علم ہے جو پیاسے ہوں۔ ورنہ کسی کو کیا پتا کہ ٹھنڈا پانی کیا چیز ہے۔ یہاں آپ کے بچے کوکا کولا پیتے پھرتے ہیں۔ اور اپنی صحت برباد کر دیتے ہیں لیکن اگر ان کو حقیقی پیاس ہو واقعۃً دل ترس رہا ہو پیاس سے تو کوک کو اُٹھا کر ایک طرف پھینک دیں گے۔ اُس وقت ٹھنڈے پانی سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ تو یہ جذبہ ہے اس دعا کا کہ اے اللہ مجھے محبت عطا فرما ایسی محبت کہ کوئی چیز اتنی مجھے سیراب نہ کر سکے جو تیری محبت کرے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی عاجزانہ دعا تھی جسے باقاعدگی سے آپ ﷺ مانگتے تھے اور میں جماعت کو بھی یہ سکھاتا ہوں کہ تم اپنے لئے یہ دعا کرو کیونکہ بغیر اللہ کی مدد کے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ جب اللہ کی محبت عطا ہو گئی تو پھر سب مسائل حل ہو گئے۔ پھر خدا کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرنے کا تقاضا ہوگا کریں گے اور سمجھیں گے کہ کم ہوا ہے، جتنا حق تھا وہ ادا نہیں ہوسکا۔ حضرت مصلح موعودؓ کو یہ شعر بہت پسند تھا:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یوں ہے کہ، حق ادا نہ ہوا (مرزا اسد اللہ خاں غالب)

یہی مضمون ہے جو بیان کرتے تھے۔ غالب کے سارے شعروں میں سب سے زیادہ عزیز آپؓ کو یہ شعر تھا کہ:

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یوں ہے کہ' حق ادا نہ ہوا

بہرحال حضرت مصلح موعودؓ عرض کیا کرتے تھے خدا کے حضور کہ ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے یہ گھر سے تو نہیں لائے سب کچھ تیری عطا تھی۔ جان دے سکتے ہیں مگر لائے کہاں سے تھے وہ بھی تو تُو نے عطا کی تھی۔ حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ کسی صورت ہم تیری عبادت کا حق، تیری غلامی کا حق، تیری بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے اگر یہ بات سمجھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو پھر خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے آپ کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا سلیقہ آ جائے گا ورنہ عمر گزار دیں گے اور وہ وقت آ جائے گا جب جان حلقوم کو پہنچے گی اور آپ کا مال آپ کا مال نہیں رہے گا۔ پھر خدا کے فرشتے جو سلوک کریں وہی سلوک آئندہ بھی آپ سے وہاں جا کے بھی ہوگا۔

ساری عمر کی کمائیاں، ساری عمر کی محنتیں، ساری عمر کی اللہ کی عطائیں ناشکری میں اس طرح ضائع کردیں کہ یہ زندگی بھی ہاتھ سے چلی جائے اور اگلی دنیا بھی ہاتھ سے جائے، یہ کون سی عقل کی بات ہے۔ پس آپ کو سمجھانے کی ضرورت تو ہے اور میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر عقل ان کو ہی آئے گی جن کو خدا عقل دینا چاہے۔ میرے لئے ناممکن ہے کہ گھوٹ کر آپ کو عقل پلا سکوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی یہ ناممکن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے یہ حکم دیا کہ تیرے سپرد کھول کھول کر پہنچانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تُو پہنچاتا رہ۔ جو بھی اللہ کا حکم ہے اسے آگے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کر۔ اگر وہ نہیں سمجھتے تو تیرا قصور نہیں تو نے اپنی طرف سے ہر کوشش کر لی اس کے بعد پھر ان کا معاملہ خدا پر چھوڑ دے۔

پس میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں نعوذباللہ من ذٰلك کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مقام خدا نے عطا نہیں فرمایا وہ مجھے عطا فرمایا، ہرگز میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی مگر بلاغ کا جو مضمون میں سمجھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، یہ ہے کہ اتنا سمجھانا کہ اس کے بعد سمجھانے کی کوئی حد باقی نہ رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری خطبہ میں یہی پیغام مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس دنیا سے رخصت ہوئے، رخصت ہونے کا وقت تھا ایک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لازماً رخصت ہونا تھا لیکن یہ سوچیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیال کیا تھا اس وقت۔ کون سا خیال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر قبضہ جمائے ہوئے تھا؟ وہ یہ تھا کہ میں نے پیغام پہنچا دیا جیسا کہ خدا نے مجھے کہا تھا کیا میں نے واقعی پہنچا دیا ہے۔ تو اپنے وصال سے پہلے تمام حاضرین سے گواہی لی ہے تم گواہی دو کہ جو کچھ خدا نے مجھے تمہیں پہنچانے کے لئے امانت سپرد کی تھی میں نے تم تک پہنچا دی۔ تمام مجمع اس سے بڑا مجمع کبھی پہلے نہیں اکٹھا ہوا۔ تمام مجمع نے بلند آواز سے گواہی دی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نے پیغام پہنچا دیا۔ (صحیح البخاری کتاب الحج، باب الخطبة أيّام منى۔۔۔ حدیث نمبر: 1739) یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ تھا پیغام پہنچانے کا۔ اس لئے محض اس طرح پیغام پہنچانا کہ میں نے پہنچا دیا یہ کافی نہیں ہے۔ پہنچاتے چلے جانا یہاں تک کہ زندگی کا آخری خیال یہ ہو کہ میں نے پہنچا دیا ہے کہ نہیں پہنچا دیا یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ تھا۔ اس لئے میں بھی صرف انہی معنوں میں آپ تک بار بار پیغام پہنچاتا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کے بعد اس کے سوا میرا کوئی اور فرض ہی نہیں رہتا کہ

جس طرح آپ ﷺ نے ابلاغ کی کوشش کی میں بھی ہر ممکن کوشش کروں کہ آپ کے دلوں میں سچائی کو جاگزیں کرسکوں لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہوا گر وہ نہ چاہے تو پھر کسی کو توفیق نہیں مل سکتی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''کوئی کسی ادنیٰ درجہ کے نواب کی خیانت کر کے اس کے سامنے نہیں ہوسکتا تو پھر احکم الحاکمین کی خیانت کر کے کس طرح اسے اپنا چہرہ دکھلا سکتا ہے۔''

(البدر جلد 2 نمبر 26 صفحہ:202،مؤرخہ 17 جولائی 1903ء)

کاش کوئی اس بات کو سمجھ جائے کہ جیسا بھی چہرہ ہے خدا کو دکھلانا ہوگا اور عمر بھر اس کی خیانت کرتے گزر گئی تو کون سامنہ لے کے خدا کے حضور حاضر ہوں گے۔چھوٹے سے ایک فقرے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارے مضمون کی جان ڈال دی ہے۔کتنا دل کو ہلا دینے والا فقرہ اور ضمیر کو جگا دینے والا فقرہ ہے۔''ادنیٰ درجہ کے نواب کی خیانت کر کے اس کے سامنے نہیں ہوسکتا۔ (یہ بالکل ٹھیک ہے) تو احکم الحاکمین کی خیانت کر کے کس طرح اسے اپنا چہرہ دکھلا سکتا ہے۔''

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں جو بار بار تاکید کرتا ہوں کہ خدا (تعالیٰ) کی راہ میں خرچ کرو۔یہ خدا (تعالیٰ) کے حکم سے ہے کیونکہ اسلام اس وقت تنزل کی حالت میں ہے۔ بیرونی اور اندرونی کمزوریوں کو دیکھ کر طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔اور اسلام دوسرے مخالف مذاہب کا شکار بن رہا ہے۔''

(الحکم جلد 10 نمبر 47 صفحہ:3 مؤرخہ 31 جولائی 1906ء)

یہ صورت حال ہے اس وقت جس کی وجہ سے مجھے امریکہ کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔میں نے اب یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ جن لوگوں کے متعلق مجھے قطعی علم ہے کہ وہ اس قسم کی بددیانتیوں کا شکار ہیں اور دھوکا دے رہے ہیں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو الگ کر دیا جائے۔ان کے کسی چندے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ وہ مساجد کے نام پر دے رہے ہوں یا چندہ عام کے نام پر دے رہے ہوں یا وصیت کے نام پر دے

رہے ہوں اور ان کے نفس گواہ ہیں ان کے خلاف اور ان کے نفس کی گواہی ان کے خلاف لکھی جا چکی ہے۔ مرنے کے بعد ان کی جلدیں گواہ ہوں گی اور آنحضرت ﷺ نے جو تفصیل سے نقشہ کھینچا ہے کہ کس طرح وہ گواہی دیں گے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں اس کو آپ پڑھ لیں تو یہ ایسی قطعی بات ہے جس میں ایک ذرّہ بھر بھی شک نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ضرورت ہے کہ کچھ نظام جماعت کو حرکت میں لانے کا نظام قائم کیا جائے۔ اب تک میرا جائزہ یہ ہے کہ آپ کی جماعت کے جو محصلین ہیں، اور چندہ اکٹھا کرنے والے ہیں ان کا ایک سرسری رجحان ہے جو شخص جو لکھوا دے وہ کہتے ہیں پورا ادا کر رہا ہے۔ ایسی بعض فہرستیں میرے سامنے آئیں جن میں یہ درج تھا کہ یہ صاحب بھی بالکل پورا ادا کر رہے ہیں، وہ صاحب بھی پورا ادا کر رہے ہیں اور جب میں نے کہا مجھے بتاؤ تو سہی کہ کتنا ادا کر رہے ہیں اُس وقت بات کھلی کہ جن کو مقامی جماعت سمجھ رہی تھی کہ پورا ادا کر رہے ہیں وہ، سوال ہی نہیں پورے کا، بعض صورتوں میں سوواں (100) حصّہ بھی نہیں تھا۔ جب اس سلسلہ میں چھان بین شروع کی تو بہت سے آدمی میرے سامنے ایسے آئے ہیں جن کے متعلق اور باتوں کے علاوہ میں نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا ہے جو پہلے بھی میں ہمیشہ کیا کرتا تھا مگر جماعت مجھے اگر ایسے لوگوں سے غافل رکھے تو پھر میرا قصور نہیں ہے۔

میں ہمیشہ اصرار کرتا رہا ہوں کہ میں کبھی کسی سے کوئی ذاتی ہدیہ نہیں لوں گا جب تک وہ جماعت کا حق پورا ادا نہیں کرتا اور جماعت کی غلط اطلاعوں کی وجہ سے بعض ایسے لوگوں کا ذاتی ہدیہ لینے پر میں بڑی دیر سے مجبور چلا آ رہا تھا، مجھے علم بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے چھان بین کی تو پتا چلا کہ ہرگز ان کے کسی ہدیہ کی مجھے ضرورت نہ تھی، نہ ہے بلکہ میرے دل میں سخت کراہت پیدا ہو رہی ہے کہ کیوں لاعلمی میں وہ ہدیہ لیتا رہا ہوں۔ جب تک جماعت سے ایسے لوگوں کے معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے ان کا کوئی ہدیہ میرے لئے کوئی محبت پیدا نہیں کر سکتا سوائے بوجھ کے، سوائے تکلیف کے میرے دل میں ان کا ہدیہ کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ تو جماعت سے ٹھیک ہو جاؤ ورنہ اب میں امیر صاحب کو یہ ہدایت دینے والا ہوں کہ ایسے لوگوں کی پوری چھان بین کریں اور محض سیکرٹری مال کی اس بات پر نہ جائیں کہ یہ سب کچھ دے رہے ہیں دیانتداری سے ایسے احمدی پروفیشنل مقرر کریں جن کے چندے کے متعلق ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ وہ پورا ہے اس کے حساب سے جائزہ لیں اور ان کے دس دس بارہ بارہ سال کے چندے اگر ان کو واپس کرنے پڑیں تو کر دئے جائیں۔ جو میری گارنٹی ہے وہ یہ ہے

کہ اس کے نتیجے میں جماعت احمدیہ امریکہ کو اگر کوئی خدشہ ہو مالی نقصان پہنچنے کا تو اس کا میں ضامن ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثرت سے باہر سے ایسے احمدی خدمت کرنے والے موجود ہیں جو میرے پاس ایسی رقمیں جمع کروا دیتے ہیں جو بڑی بھاری رقمیں ہوتی ہیں اس اجازت کے ساتھ کہ میں جہاں چاہوں خرچ کروں۔ تو میں نے سیکرٹری مال جو ہمارے ساتھ سفر کر رہے ہیں ان کو ہدایت کر دی ہے کہ امیر صاحب کو یہ اطمینان دلا دیں کہ یہ سارے پیسے واپس کرنے شروع کریں اور جماعت امریکہ کو ایک کوڑی کا بھی نقصان نہیں ہوگا۔ باہر کی دنیا جماعت امریکہ کی مدد کرے گی اور اللہ کے فضل کے ساتھ آپ بے دھڑک خدا کی راہ میں یہ قربانی دیں کہ ان کے چندے ان کو واپس کر دیں ہمیں قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک نحوست کا داغ ہے جو جماعت امریکہ پر لگا ہوا ہے آئندہ اب یہ داغ نہیں لگے گا۔

پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ امیر صاحب امریکہ اس یقین دہانی کے بعد جو میں نے ابھی کرائی ہے ذرّہ بھی تردّد نہیں کریں گے کہ ان لوگوں کی تفصیلی چھان بین کریں۔ ویسے تو مجھے یقین ہے کہ اگر میں یہ یقین دہانی نہ بھی کرواتا تو انہوں نے وہی کرنا تھا جو میں کہہ رہا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی اس نظام کو نافذ ہونے میں کچھ وقت لگے گا اس لئے جب تک یہ پوری طرح نافذ نہیں ہو جاتا کم سے کم جماعت امریکہ کے لئے ایک متبادل ذریعہ ضرور ہونا چاہئے۔ یہ بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر جماعت امریکہ کے متمول لوگ اس توفیق کے مطابق خرچ کریں جو خدا تعالیٰ نے ان کو دی ہے تو آپ کو مساجد کے نام پر بھی کوئی روپیہ اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں جتنی چاہیں مساجد بنائیں ان سب کی ضرورت عام چندوں سے پوری ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود اتنی بڑی رقم بچ سکتی ہے کہ تبلیغ کے رستے میں جو مالی ضرورتیں مشکل پیدا کر رہی ہیں وہ ساری حل ہو جائیں گی۔ اتنا روپیہ آپ کو تبلیغ کے لئے مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی ساری پرانی حسرتیں پوری کریں اور وہ انقلاب برپا کرنا شروع کر دیں جس کی ہمیں شدید ضرورت ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ جماعت امریکہ کے وہ لوگ جو صاحب دل ہیں، جن کا ضمیر ابھی زندہ ہے، وہ کم سے کم اس سے استفادہ کر کے اپنی زندگی کا ایک نیا سفر شروع کریں گے۔